مرثیہ

خدا کے نام سے کرتا ہوں ابتدائے کلام

عنوان........ کلام

تعدادِ بند... ۷۳

کلام

خدا کے نام سے کرتا ہوں ابتدائے کلام   اُسی کے رحم و کرم سے پڑی بنائے کلام
بنا کے حُسنِ سماعت کو آشنائے کلام   اُسی نے لفظ و معانی سے کی جلائے کلام
کلام آئینہ دارِ جمالِ یزداں ہے
کلام شرحِ رموزِ کلام یزداں ہے

کلام دفترِ تقویم کی ہے مُہرِ یقیں   اسی سے مملکتِ زیست کو ملا آئیں
مُشاہدہ تو کرے دیدۂ حقیقت بیں   قیامِ کون و مکاں حُسنِ اتفاق نہیں
عیاں ارادۂ جاں بخش سے حیات ہوئی
صدائے کن سے منظّم یہ کائنات ہوئی

ازل سے تذکرہ رحمٰن کا ہے وردِ زباں   کیا ہے زیبِ کلام اس نے خلعتِ قرآں
اسی نے کی ہے عناصر سے خلقتِ انساں   کیا اسی نے ودیعت بشر کو زورِ بیاں
بھلا سکیں گے نہ دشمن بھی ایسے مونس کو
ہیں اتنی نعمتیں جھٹلائیں گے وہ کس کس کو

اسی نے خلق میں قائم کیا نظامِ سخن   بشر کو دل دیا اور دل کو دی متاعِ دہن
دہن کو بخشی زباں، اور زباں کو صوتِ حُسن   بنا دیا متکلم نے پھر کلام کو فن
شعورِ فکر کی دولت سے بہرہ مند ہوا
کلام سطحِ تکلم سے تب بلند ہوا

زباں سب کو ملی ہے بشر ہو یا حیواں   زہے نصیب، زباں کو ملے جو تابِ بیاں
یہی کلام کی قدرت شرف کی ہے میزاں   کلام ہی کی بدولت ہے سرفراز انساں
اسی کے دم سے بڑی عظمتوں پہ فائق ہے
اسی سے نوعِ بشر اشرفِ خلائق ہے

شرف کا تاج پہننا تو ہے بہت آساں   مگر یہ سہل نہیں سر بھی اس کے ہوں شایاں
یہی عطائے شرف سے ہے مقصدِ یزداں   کہ اس شرف کے بنے اہل فطرتِ انساں
شعارِ نیک کا دل میں شعور پیدا ہو
عمل کی شمع سے ہستی میں نور پیدا ہو

بشر کے ظاہر و باطن کا آئینہ ہے عمل   اس آئینے پہ جو ہو جائے علم کی صیقل
رہِ عمل میں نہ رہ جائے تیرگی کا محل   زبان سے ہو فروزاں ضمیر کی مشعل
سخن بشر کی صلاحیتوں کا مظہر ہے
کمالِ علم عروسِ سخن کا زیور ہے

مگر یہ دور، کہ اب علم میں ہے جہل دخیل   مجادلہ ہے کثیر اور مطالعہ ہے قلیل
بہت عجیب ہے تحصیلِ علم کی یہ سبیل   کہ بے پڑھے ہوئے ہو جائیں فارغ التحصیل
بزن بکش، یہی تعلیم کا تقاضا تھا
یہ غصبِ علم کا انداز بھی انوکھا تھا

وہ علم فرض تھی تحصیل جس کی تا بہ لحد   وہ علم جس کو ملی مرضیِ خدا کی سند
وہ علم تزکیۂ نفس جس کا تھا مقصد   وہ علم جس کے علیؑ در تھے، شہر تھے احمدؐ
وہ دستِ غیر میں غارتگری کا آلہ ہے
بہ نامِ علم جہالت کا بول بالا ہے

وہ علم جس سے لٹیروں کے حوصلے رہے تنگ   اجارہ دار ہیں اب اُس کے رہزنانِ فرہنگ
دیارِ شرق نے بخشا تھا جو کمال کا رنگ   وہ یوں اڑا ہے رخِ علم سے کہ عقل ہے دنگ
بدل کے رہ گیا عنوانِ اکتسابِ علوم
غروب ہو گیا مغرب میں آفتابِ علوم

ہے اب یہ دھن کہ خدائی میں آذری کیجئے   نظامِ دہر میں ترویجِ ابتری کیجئے
ثریٰ میں رہ کے ثریا کی ہمسری کیجئے   فلک کی سیر بہ اندازِ بے پری کیجئے
زمین والے فلک پر کمند ڈالے ہیں
خدا کی شان کہ چیونٹی نے پر نکالے ہیں

وہ آسمان کی جانب ہیں مائل پرواز   سمجھ نہ پائے خود اپنے وجود کا بھی جو راز
عبث ہے چرخ نوردی پہ جہلِ علم کو ناز   نشیب اگر ہے مقدر تو پھر کہاں کا فراز
کہاں چھپیں گے، کہاں قہر کا ہجوم نہیں
خدا کے قبضۂ قدرت میں کیا نجوم نہیں

خمیر میں ہوئی شامل جو خوئے بوالہوسی   کمر خدا سے بغاوت پہ آدمی نے کسی
خدا کے ملک سے باہر بسوئے دل میں بسی   دلیل قربِ قیامت ہے ایسی دور رسی
سمجھ رہا ہے بلندی جسے وہ پستی ہے
یہی ہے علم تو یہ علمِ ننگ ہستی ہے

یہ علمِ چشم سے جس نے ضیا کو دور کیا   دلوں سے جذبۂ مہر و وفا کو دور کیا
بشر سے معرفتِ کبریا کو دور کیا   زبانِ خلق سے حق کی نوا کو دور کیا
ضمیر اور زباں کے جو رشتے ناتے ہیں
جدید علم کے طوفاں میں بہتے جاتے ہیں

مگر وہ علم کہ جس کے وقار میں نہیں شک   یہ امر رب جو رہا ہر رسولؐ کا مسلک
کمال جس کا بنا آیۂ لک ذکرک   جو پہنچا سینہ بہ سینہ امامؑ آخر تک
وہ علم جو خطِ فاصل ہے دین و دنیا میں
وہ علم جس کی ہے تاکید حکمِ اقرا میں

وہ علم جس نے نگاہوں کو روشنی بخشی   سرِ غرور کو تہذیبِ بندگی بخشی
فضائے تیرہ کو تنویرِ آگہی بخشی   بشر کے ذہن کو دولت شعور کی بخشی
سمندِ فکر کو بخشے خرام کے آداب
زباں پہ کر دیئے روشن کلام کے آداب

کلام علم کی حد میں ہے معرفت آثار   محال ذکرِ الٰہی ہے گر نہ ہو گفتار
کلامِ خیر پہ تبلیغِ شرع کا ہے مدار   زبان ہوتی ہے علم و عمل کا آلۂ کار
نشانِ عظمتِ انساں نمود و نام نہیں
بشر کے علم کی میزاں بجز کلام نہیں

سخن کے حق میں سخن آفریں سے بات چلی   وہ قل اعوذُ بربّ الفلق کا حکمِ جلی
جو بات حق کی حمایت میں ہو وہی ہے بھلی   مگر عجیب ہے انساں کی حکمتِ عملی
یہ اجتہادِ خطابات کیا تھی کیا سمجھا
'زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھا'

زبان جس کی چلے حق کا ہم نوا ہو جائے   کلام جیسا ہو نقارۂ خدا ہو جائے
اگر خلوص سے سوچو تو فیصلہ ہو جائے   وہاں چلو کہ جہاں قفلِ عقل وا ہو جائے
لسانِ حق سے ملیں گے کلام کے آداب
کہ بزمِ غیر میں ہوتے ہیں نام کے آداب

کلام ہے ذہن ودل کے ارتباط کا نام   کلام راستیِ فکر کی صراط کا نام
کلام ذہن کی اک معتدل نشاط کا نام   کلام ہے دمِ گفتار احتیاط کا نام
گر اس میں دخل ہو جذبات کے تلاطم کا
تو فوت ہوتا ہے مقصود ہی تکلم کا

محل شناس نہ ہو گر زبان وقتِ کلام   بگاڑ دیتی ہے دم میں بنا بنایا کام
رہے سمندِ زباں یوں نہ بے نیازِ لجام   بغیر سوچے ہوئے ہر جگہ ہو مست خرام
وہ لوگ زہر کو امرت کا جام سمجھے تھے
جو سب وشتم کو حُسنِ کلام سمجھے تھے

کلام ایسی ہے میزانِ اعتبار اثر   کہ جس میں تلتے ہیں نوعِ بشر کے عیب وہنر
زباں سکوتِ مسلسل کی گر رہے خوگر   محال ہے کہ اجاگر ہوں ذات کے جوہر
مگر یہ شرط بھی ہے مصلحت کا ہوش رہے
جہاں کلام کا موقع نہ ہو خموش رہے

نہ اتنی بات کرے بارِ گوش ہو جائے   نہ ایسا چپ ہو کہ اعلانِ حق پہ آنچ آئے
نہ اس زبانِ ادق میں کلام فرمائے   کہ سُن کے اسپ سماعت سکندری کھائے
غرض زباں کا ہر اقدام حسبِ حال رہے
سکوت اور تکلم میں اعتدال رہے

کلام صرف اک آوازِ ناتمام نہیں   زباں دہن میں نقیبِ خیالِ خام نہیں
کلام مجمعِ الفاظ ہی کا نام نہیں   نپے تلے نہ ہوں الفاظ تو کلام نہیں
نہ برمحل ہوں تو لفظوں کی آبرو کیا ہے
اثر کرے نہ دلوں پر تو گفتگو کیا ہے

اثر کے واسطے لازم ہے دل نشیں لہجہ   کرے جو قلب کو تسخیر ہو کلام ایسا
خدا نے لہجۂ دل کش دیا جسے چاہا   مگر وہ لہجہ جسے دے کے خود بھی اپنایا
وہ دو کمان کا فصل اور وہ قریب سے بات
وہ خاص لہجۂ محبوب میں حبیب سے بات

کلام قلزمِ احساس کا سفینہ ہے   بشر کے خاتمِ کردار کا نگینہ ہے
تخیلات کے اظہار کا قرینہ ہے   دماغ ودل کے لئے ارتقا کا زینہ ہے
اسی سے ذہن منور ہوا خدائی کا
کلام ہی تو ذریعہ ہے رہنمائی کا

ہر ایک دور میں پیغامِ آگہی آیا   قدم قدم پہ نظر نقشِ منجلی آیا
کچھ اس طرح سے نظامِ پیمبری آیا   کہ جب نبی کی ضرورت ہوئی نبی آیا
صدا بلند رہی امرِ حق کی وادی سے
زمانہ کوئی بھی خالی رہا نہ ہادی سے

کبھی مزاجِ ہدایت تھا لحنِ داؤدی   کبھی متاعِ طلاقت زباں کی لکنت تھی
کبھی شہادتِ عصمت تھی اور لبِ طفلی   کبھی کلام پہ لبیک سنگریزوں کی
زباں کلیم کی اتنی تو معتبر ہو جائے
جو بات کہہ دے وہ اک نقشِ کالحجر ہو جائے

پیمبروں کو خدا نے کیا بشیر و نذیر   عمل بنا کے مثالی زباں کو دی تاثیر
ہر اک نبی کو عطا کی وہ قوتِ تقریر   کہ سرکشوں کے بھی دل جس نے کر لئے تسخیر
جب اس نے ختمِ نبوت کا اہتمام کیا
تو معجزے کے لئے منتخب کلام کیا

خطیبِ منبرِ فاراں کی وہ گہر ریزی — کلامِ حق کی بصیرت اثر خرد خیزی
کھلی رسولؐ کے لہجے کی جب دلآویزی — زبانِ اہل زباں کی ہوا ہوئی تیزی

مزاج دانِ مشیت حبیب یزداں تھا
اسی کا نطق کلامِ خدا کے شایاں تھا

زَہے مدینۂ علم و کلام ربِّ قدیر — الٹ کے رہ گئی بوجہل کی ہر اک تدبیر
زمانہ بھول گیا زعمِ شوخیِ تحریر — ذرا سے سورۂ کوثر کی لا سکا نہ نظیر

کجیِ فکر، ادب کی امیں نہیں ہوتی
زبانِ وحی غزل کی زمیں نہیں ہوتی

کلامِ پاک کو کیا ذہنِ مبتدی سمجھے — خطا یہ ہے اسے کافی جو اُمتی سمجھے
یہ معجزہ ہے رموز اس کے کیا کوئی سمجھے — جو آپ صاحبِ اعجاز ہو وہی سمجھے

عروجِ فکر و فرازِ نظر کی باتیں ہیں
وہی سمجھتے ہیں یہ جن کے گھر کی باتیں ہیں

نبیؐ کے بعد نہ کھلتا کلام کا مفہوم — اگر امینِ ہدایت نہ ہوتا بابِ علوم
نبیؐ کا قول ہے سُن لے یہ اُمّتِ مرحوم — کتاب و آلِ محمدؐ ہیں لازم و ملزوم

کتاب و آل میں دامن جو ایک کا چھوٹا
تو دین ہاتھ سے جاتا رہا خدا چھوٹا

کلامِ آلِ محمدؐ کے کیا بیاں ہوں صفات — کنیز کرتی ہے قرآن کی زبان میں بات
خدا کی محرمِ اسرار پنجتن کی ہے ذات — کلامِ حق کی ہے تفسیر ان کے ارشادات

زبان ہے کہ سمندر ہے خوش بیانی ہے
کلام ہے کہ ذخیرہ دُرِ معانی ہے

کہیں کلام سے تعمیلِ امر بلّغ کی — کہیں کلام سے اعلانِ لحمک لحمی
کہیں کلام سے باطل کے سر پہ ضربِ قوی — کہیں کلام کا ہے شاہکار خاموشی

مجادلہ ہے تو غازی کا نام کافی ہے
مباہلہ ہے تو قصدِ کلام کافی ہے

وہ اُمّی جو کبھی بیٹھا نہ درس گاہوں میں — وہ شہرِ علم بنا زندگی کی راہوں میں
غرورِ سحر بیاں تھا جو کج کلاہوں میں — وہ یوں اڑا کہ نہ پھر جچ سکا نگاہوں میں

زہے تجلّیِ علمِ کلامِ نامِ خدا
محمدِؐ عربی کی زباں کلامِ خدا

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا — کہ میرے نطق نے معراج کا شرف پایا
ملا خیال کو سدرہ نشیں کا ہمسایہ — اڑا تو اوجِ سرِ عرش کی خبر لایا

'مگر کچھ اور ہو وسعت مرے بیاں کیلئے'
مئے ولا کا مزا چاہئے زباں کیلئے

پلا پھر آج مئے حبِّ پنجتن ساقی — چمک اُٹھے ترے رندوں کی انجمن ساقی
ازل سے ہم کو اسی مے کی ہے لگن ساقی — جو ہے تتمۂ نعماتِ ذوالمنن ساقی

مزا زباں پہ ہے روزِ الست سے جس کا
تبرک ایسا کہ جو ماحصل ہے مجلس کا

پھر آج تجھ سے اُسی جام کی ہے فرمائش — جہاں میں بزمِ عمل کی ہے جس سے زیبائش
وہ مے گریز ہے جس سے حریفِ آسائش — وہ مشغلہ، نہیں توبہ کی جس میں گنجائش

وہ نامراد ہے پینے سے جو کرے توبہ
سوالِ توبہ اور ایسی شراب، ارے توبہ

یہی شراب ہے اقطار و اولیا کو پسند   تمام راہ روانِ رہ رضا کو پسند
رہی ہے تا بہ محمدؐ کل انبیا کو پسند   یہ کہنہ مَے ہے خدا کی قسم خدا کو پسند
خلوصِ قلب سے کیوں آرزو نہ کی جائے
جہاں میں ایک یہی مَے تو ہے کہ پی جائے

جنابِ حمزہؑ ذی جاہ و جعفر طیارؑ   اویسؑ و قنبرؑ و سلمانؑ و بوذرؑ و عمارؑ
حبیبؑ و جونؑ و حرؑ و وہبؑ و مسلمؑ و سوّارؑ   انیسؔ و مونسؔ و اوجؔ و دبیرؔ تا کرارؔ
ہر اہلِ ذوق نے یہ بادۂ شگرف پیا
یہ بات اور ہے سب نے بقدرِ ظرف پیا

سوال کیوں نہ کروں بادۂ مکمل کا   کہ شغل آج کا ہے اور آسرا کل کا
جہانِ فکر میں عالم ہے آج ہلچل کا   چلے پھر آج وہ خم جو غدیر میں چھلکا
زبانِ مدح کو سلجھا ہوا شعور ملے
ملا کے شہدِ مضامیں مئے طہور ملے

ثنائے آل محمدؐ ہے انتخابِ سخن   انھیں کا ذکر ہے سرنامۂ کتابِ سخن
کمالِ فکر، جمالِ زباں، شبابِ سخن   سپہرِ نطق پہ گویا ہے آفتابِ سخن
خرد فزا، نظر افروز، منجلی، باقی
رہے گی تا بہ ابد جس کی روشنی باقی

ابوترابؑ کو آلِ ابوترابؑ کو دیکھ   ٹھہر سکیں جو نگاہیں تو آفتاب کو دیکھ
نظر حسینؑ پہ کر عزم کے شباب کو دیکھ   سوال تو ارنی کا سُنا جواب کو دیکھ
کھنچا ہے وادیِ غربت میں طور کا منظر
نجف سے کرب و بلا تک ہے نور کا منظر

نجف ہے مطلعِ ایثار، کربلا مقطع   یہ ہے بیانِ حقیقت نہیں فقط مصرع
زمینِ کرب و بلا فیضِ عام کا منبع   مقابلے پہ بہتر کے لاکھ کا مجمع
مآلِ حرص نہ تھی دلبرِ رسولؐ کی جنگ
سیاستِ اموی سے یہ تھی اصول کی جنگ

دیارِ کرب و بلا کے وہ تشنہ لب مہماں   خدا کی فوج کے جانباز طفل و پیر و جواں
غریب و بیکس و بے یار و بے سر و ساماں   بساطِ عزم پہ کیا کیا لگا گئے ہیں نشاں
عمل کی راہ میں ہر داغ بیل ہے تبلیغ
خدا کی شان کہ بچوں کا کھیل ہے تبلیغ

رہِ خدا میں ہر اقدام اک کھلی تبلیغ   جب اور جو بھی قدم اٹھ گیا وہی تبلیغ
بقائے دیں کے لئے ایسی دائمی تبلیغ   کہ زندگی بھی ہے تبلیغ موت بھی تبلیغ
کہیں یہ آن ہو کہ صبح کی اذاں تبلیغ
کہیں یہ شان کہ کر جائے بے زباں تبلیغ

پسِ فنا بھی ہو جن کی زباں پہ حق کا پیام   حیات کیوں نہ ہو ان کی حیات کا انجام
عجیب شان ہے تبلیغ کی عجیب مقام   سناں کی نوک، شہیدوں کے سر، خدا کا کلام
صفِ جدال سے دربارِ عام تک تبلیغ
زباں پہ پہرے ہیں پھر بھی ہے شام تک تبلیغ

سفر میں قافلہ جاتا ہے سوگواروں کا   جگر کا درد اثاثہ ہے غم کے ماروں کا
یہ کہہ رہا ہے دلِ زار بے سہاروں کا   کہ وقت اب نہیں تقریر میں اشاروں کا
یہ نوعِ خاص اب اعلانِ عام کا ہے محل
حسامِ لب سے جہادِ کلام کا ہے محل

جہاں کو جوہرِ تیغِ زباں دکھانا ہے — نقاب چہرۂ ابہام سے اٹھانا ہے
پیامِ سبطِ نبیؐ خلق کو سنانا ہے — یزیدیت کے ہوائی محل کو ڈھانا ہے

فنا سیاست مردود کر کے لوٹیں گے
شکوہِ شام کو نابود کر کے لوٹیں گے

اُدھر سپاہ میں بجتی ہے فتح کی نوبت — اِدھر سناں پہ صدائے تلاوت و قرأت
لئے ہے بارِ امانت رسولؐ کی عترت — نہیں حسینؑ مگر ساتھ ہے حسینیت

ریا و مکر کے پردے اٹھانے جاتے ہیں
جہاں کو خوابِ گراں سے جگانے جاتے ہیں

عجیب شان سواری کی ہے عجب منظر — وہ لو، وہ دھوپ، وہ گرمی، وہ دوپہر کا سفر
مریض امامؑ کی گردن میں طوق کا لنگر — حرم رسولؐ کے وہ بے کجاوہ اونٹوں پر

یہی خیال کہ بس حق کی گفتگو رہ جائے
جہاں میں خونِ شہیداں کی آبرو رہ جائے

سفر میں جھیل رہے ہیں خوشی سے زحمتِ راہ — ہیں خود کو بھولے ہوئے فرض سے مگر آگاہ
نگاہ سوئے سناں دل میں صدمۂ جانکاہ — زباں پہ اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ

جہاں کو اصل حقیقت بتانے جاتے ہیں
یزیدیت کے پرخچے اڑاتے جاتے ہیں

جہاں پہنچتے ہیں پیغامِ حق سناتے ہیں — حسینیت کو زلالِ بقا پلاتے ہیں
عوام یوں تو تماشا سمجھ کے آتے ہیں — مگر نگاہ کے پردے سب اٹھتے جاتے ہیں

طلوعِ فکر سے شورش نہ ہو یہی ڈر ہے
یزیدِ شوم کو اورنگِ شام دوبھر ہے

یزیدیت کا کچھ اس طرح راز فاش کیا — دلوں میں ہوگئے سو طرح کے گماں پیدا
مآلِ کار کہ یہ قافلہ اسیروں کا — نویدِ صبح لئے ارضِ شام تک پہنچا

یہاں زباں کو ملے گی خدا سے دادِ کلام
یہیں پہ ہوگا بپا آخری جہادِ کلام

ہوئے جو داخلِ بازارِ شام اہلِ حرم — ہجومِ عام میں مشکل سے اُٹھ رہے تھے قدم
تمام شہر پہ چھایا تھا عید کا عالم — تھے تہنیت کے کلام اور معانقے باہم

جو دیکھا اس غلط اندازِ شادمانی کو
جلال آگیا شیرِ خدا کی بیٹی کو

کیا یہ نعرہ کہ اے ساکنانِ شام سنو — بغور سوچو گر انصاف دل میں باقی ہو
شہید ظلم سے تم نے کیا ہے یہ کس کو — حسینؑ کس کے نواسے تھے ہاں جواب تو دو

یہ کس کے خون سے ہاتھوں کو تم نے لال کیا
بتاؤ باغ تھا کس کا جو پائمال کیا

سنو سنو کہ محمدؐ کا تھا وہ نورِ نظر — جسے رسولؐ سمجھتے ہو اس کا لختِ جگر
یہ جس گلے پہ چلایا ہے ظلم کا خنجر — وہی گلا ہے جو تھا بوسہ گاہِ پیغمبرؐ

بڑے ریاض سے بنتِ نبیؐ نے پالا تھا
ستمگرو وہ محمدؐ کے دل کا ٹکڑا تھا

بتاؤ کس کی بہن کو کیا ہے تم نے اسیر — حرم یہ کس کے ہیں ہوتی ہے جن کی یوں تشہیر
غضب ہے دیکھ کے اس کو ہنسیں کبیر و صغیر — کہ جس کا سر جو کھلے ڈوب جائے مہرِ منیر

وہ جس کے نام کا سب احترام کرتے ہیں
وہ جس کی ماں کو پیمبرؐ سلام کرتے ہیں

فدائے زور بیانِ شریک کارِ امام — کہ آپ ہوگئے مجبور سوچنے پہ عوام
جو تیغ سے نہیں ممکن، زباں وہ کرگئی کام — الٰہی! کتنی موثر تھی ایک ضربِ کلام

حسینیت کی صدا گونج اٹھی عالم میں
یزیدیت کی رگیں کٹ کے رہ گئیں دم میں

پسِ حسینؑ بھی جاری تھی خیر و شر کی جدال — امامؑ کا سرِ دربار وہ جہادِ مقال
نظر میں پھر گیا ظالم کی جب خود اپنا زوال — ز راہِ مکر بنایا خدا کے نام کو ڈھال

کلام کی جو لگی ضرب خبثِ باطن کو
شقی نے حکمِ اذاں دے دیا موذن کو

بلند ہوگئی نا وقت اذان کی آواز — خموش ہوگئے عابدؑ ز پاسِ عجز و نیاز
خدا کا نام سنا باکمالِ سوز و گداز — ادائے شکر کی خاطر ہلا لبِ اعجاز

نبیؐ کا نام جب آیا تو دل کو تھام لیا
کہا یزید سے سُن کس کے جد کا نام لیا

کلامِ آلِ نبیؐ کا اثر معاذ اللہ — جھکی تو پھر نہ اُٹھی بانیانِ شر کی نگاہ
دکھادی عترتِ خیرُ البشرؐ نے خیر کی راہ — ہیں آج تک در و دیوارِ شام اس کے گواہ

کہ قیدِ ظلم بھی آواز کو دبا نہ سکی
جفا کلام کی تاثیر کو چھپا نہ سکی

اب اس کلام کی تاثیر نے فضا بدلی — ہوائے تند سے باطل کی سانس ٹوٹ گئی
رہائی پا کے مدینے میں پہنچے آلِ نبیؐ — فضائیں کانپ اُٹھیں پھر صدا سے عابدؑ کی

سُنا مدینے نے بیمارِ غم کے نالوں کو
ہلا دیا تھا کبھی جس نے شام والوں کو

خدا کا شکر کہ اُس نے ہمیں شرف بخشا — کہ انتہائے مصائب سے امتحان لیا
جفا و جبر سے اسلام میں پڑا رخنا — ہوئے شہید حسینؑ اور اُن کے سب رفقا

رسولِؐ پاک کے اہلِ حرم اسیر ہوئے
جلے خیام، لٹا کنبہ، ہم اسیر ہوئے

سرِ حسینؑ کی نیزے پہ کی گئی تشہیر — یہ ابتلا وہ ہے جس کی نہیں جہاں میں نظیر
میں تم سے پوچھ رہا ہوں کبیر ہو کہ صغیر — اب اسکے بعد بھی ممکن ہے عیش کی تدبیر

دل و جگر میں جب اک آگ سی بھڑکتی ہے
ہے کس کی آنکھ جو اشکوں کو روک سکتی ہے

یہ ایسا قصۂ غم ہے کہ آسماں روئے — تڑپ کے موج اٹھی، بحرِ بیکراں روئے
زمین روئی، نہالانِ گلستاں روئے — گرا وہ رکن کہ ارکانِ دو جہاں روئے

تمام اہلِ نظر ارض تا فلک روئے
زمیں پہ روئے بشر، عرش پر ملک روئے

غمِ حسینؑ میں ٹکڑے نہیں ہے کس کا جگر — ہے کون سُن کے جو برداشت کرسکے یہ خبر
اسیر کر کے پھرایا گیا ہمیں در در — ہر ایک شہر و بیاباں تھا خندہ زن ہم پر

کچھ اس طرح ہدفِ طعنۂ عوام تھے ہم
کہ جیسے کافر و مشرک تھے یا غلام تھے ہم

غلط روی پہ ہمارا قدم کبھی نہ اٹھا — پڑا نہ دیں میں ہمارے سبب کبھی رخنا
ہوا وہ ظلم کسی پر جو آج تک نہ ہوا — جفا بھی ہوتی روا ہم پہ گر بجائے ولا

ہزار امتِ جد مائلِ ستم ہوتی
قسم خدا کی وہ ایذا بھی اس سے کم ہوتی

ابھی فضا میں رچا تھا یہ گریۂ معصوم
لرز رہے تھے در و بام بڑھ رہا تھا ہجوم
کہ دفعتاً اٹھی سرور کی خواہرِ مغموم
اسیرِ درد و محن مبتلائے غم کلثومؑ
نگاہ کی سوئے قبرِ نبیؐ سلام کیا
پھر اس کے بعد مدینہ سے یوں کلام کیا

مرے عزیز وطن، اے دیارِ پیغمبرؐ
گیا تھا چھوڑ کے کل تجھ کو اک بھرا ہوا گھر
اسے لٹا کے ہم آئے ہیں تیری چوکھٹ پر
ہمارے جد کے مدینے، ہمیں قبول نہ کر
بڑی عظیم امانت کو کھو کے آئے ہیں
ترے نبیؐ کے نواسے کو رو کے آئے ہیں

زمانہ پھر گیا نورِ نگاہِ زہراؑ سے
حسینؑ قتل ہوئے تین روز کے پیاسے
رہا نہ کوئی بھی محفوظ جورِ اعدا سے
"نہ قاسمؑ نہ علی اکبرؑ نہ عباسؑ"
نصیب میں جو الم تھے وہ پا گئی کلثومؑ
رسولؐ پاک سے کہہ دے کہ آ گئی کلثومؑ

قلم کو روک لے کرارؔ اب کہ دل ہے فگار
دعا کو ہاتھ اُٹھا پیشِ ایزدِ غفار
عطا ہو غیب سے کچھ اور قدرتِ گفتار
رہے ہمیشہ مرا مدح گستروں میں شمار
ملے وقارِ زباں کو بڑھے جلائے کلام
کہ صرف ذکر سے باقی کے ہے بقائے کلام

☆---☆---☆---☆---☆

قطعات

بندے کی خدا سے جو ملاقات ہوئی ہے
جس رات کی خواہش تھی وہی رات ہوئی ہے
وہ بات جو اللہ کو کرنی تھی نبیؐ سے
لہجے میں یداللہ کے وہ بات ہوئی ہے

....

ہے مدحتِ زہراؑ میں مصروف زباں میری
ہو فکر مجھے کیوں کر پھر عرصۂ محشر کی
ہم اس درِ زہراؑ کے دریوزہ گراں ٹھہرے
توقیر بڑھی جس سے جبریل سے نوکر کی

....

ہر ایک آنکھ کا سرمہ ہے خاکِ پائے حسینؑ
ہر ایک غم کا مداوا ہے لب پہ ہائے حسینؑ
فرازِ طورِ شہادت پہ سر کٹائے ہوئے
کوئی نظر نہیں آتا ہمیں ، سوائے حسینؑ